# مُسلمانوں کا پہلا شہر

جناب شاہ بلیغ الدین صاحب

زمین صاف ہوگئی تو مسلمانوں نے جنگل سے بانس توڑے۔ کچھ کے ستون کھڑے کیے، کچھ سے چھپّر بنایا۔ یوں مکّے، مدینے سے کالے کوسوں دُور اللہ کے حضور سر جھکانے کے لیے ایک مسجد بنالی۔ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتوحہ علاقے میں بنائی جانے والی یہ پہلی مسجد ہے۔ یہ مسجد حضرت عُتبہؓ نے بنائی۔

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُونچے پُورے قد کے آدمی تھے۔ مردانہ وجاہت کا بڑا اچھا پیکر! تیر چلانا خوب جانتے تھے اور ان لوگوں میں شمار ہوتے تھے جن کی تیراندازی کا دُور دُور شہرہ تھا۔ بدر اور اُحد میں حضرت عُتبہؓ کے جوہر خوب کھلے۔ ابن اثیر لکھتے ہیں۔ اُن سب لڑائیوں میں آپ نے شرکت کی جن میں حضور اکرمؐ نے حصّہ لیا۔ جہاد کا سلسلہ مرتے دم تک جاری رہا۔ حضرت عُتبہؓ سابقون الاوّلون میں سے ہیں۔ دو مرتبہ ہجرت کا شرف حاصل ہوا۔ پہلے حبشہ گئے پھر مدینۃ النبیؐ۔

سنہ ۱۴ھ میں حضرت عمرؓ نے ایک فرمان جاری کیا تھا۔ یہ حضرت عُتبہؓ بن غزوان کے نام تھا، جو سپہ سالار بن کر جا رہے تھے۔ امیر المومنین کا ارشاد تھا کہ — خدا کی مہربانی اور مدد پہ بھروسہ کر کے عرب کے آخری سرے اور سلطنتِ عجم کے قریب ترین حصّے کی طرف کوچ کرو۔ پرہیزگاری کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ خیال رکھو کہ تم دشمن کی زمین میں جا رہے ہو۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تمہاری مدد کرے۔

جو مجاہد حضرت عُتبہؓ کے ساتھ اس موقع پر جا رہے تھے۔ ان کے علاوہ یمن کے والی علاء الحضرمی کو لکھا گیا کہ عرفجہ بن ہرثمہ کو اُبلّہ بھیج دیا جائے۔ دجلہ کا ساحلی علاقہ حضرت عُتبہؓ نے فتح کر لیا۔ اُبلّہ خلیج فارس کی مشہور بندرگاہ تھی۔ یہ عمان، بحرین، ہند اور چین کے سمندری راستے کا مرکز سمجھی جاتی تھی۔ فتوحات کے بعد حضرت عُتبہؓ یہاں کے انتظامات سدھارنے پھر رہے تھے کہ الخُرَیْبَہ نامی جگہ آ ٹھہرے اور حضرت عمرؓ کو ایک خط لکھا کہ مسلمانوں کے لیے ایک ایسا مقام ضروری ہے جسے سرمائی قیام گاہ بنایا جا سکے اور جب وہ لڑائی سے فارغ ہوں تو اس میں آرام کر سکیں۔ یہ رائے حضرت عمرؓ کو بہت پسند آئی۔ اسلامی سلطنت پھیل رہی تھی۔ دشمنوں پر رُعب داب کے لیے ایسی فوجی چھاؤنیوں کی بڑی ضرورت تھی۔ امیر المومنین نے جواب بھیجا ـــ اپنے ساتھیوں کو ایسی جگہ اُتارو جہاں پانی ہو، سرسبزی اور شادابی ہو! حضرت عُتبہؓ نے تلاش شروع کی ـــ انہیں ایک شاداب اور گھنے جنگل کا پتہ ملا۔ جس کے اطراف میں پانی کے چھوٹے چھوٹے تالاب تھے۔ اُن میں بانس اُگے ہوئے تھے۔ یہ جگہ خلیج فارس کے ایک کنارے تھی۔ اُبلّہ سے بہت قریب! اس کا محلِ وقوع حضرت عمرؓ نے بھی پسند کیا اور یہاں مسلمانوں نے اپنا ایک شہر بسایا۔ یہ مسلمانوں کا بسایا ہوا پہلا شہر ہے۔ اسے بصرہ نام دیا گیا۔ ابو مخنف کا کہنا ہے اسے بصرہ اس لیے کہتے تھے کہ یہاں کنکر اور سیاہ پتھر تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام بصرہ اس لیے رکھا گیا کہ یہاں کی زمین نرم تھی۔ شہر کا نقشہ اس طرح بنایا گیا کہ بیچوں بیچ مسجد کی جگہ رکھی گئی۔ اطراف مسلمانوں نے اپنے خیمے نصب کیے، پھر گھاس پھوس کی جھونپڑیاں بنالیں۔ بانس کا یہ شہر اُس زمانے میں ویران ہو جاتا جب مجاہد لڑائیوں پر جاتے۔ لوٹ کر آتے تو پھر وہ بانس کے چھپر کھڑے کر لیتے۔ کچھ ہی دنوں میں تجربہ ہوا کہ ذرا غفلت ہوتی اور بانس آگ پکڑ لیتے تھے۔ جب بھی آگ لگتی، پوری بستی جل کر خاکستر ہو جاتی۔ یہ اطلاع دارالخلافہ بھجوائی گئی تو حضرت عمرؓ کی طرف سے اجازت آئی کہ ان کی جگہ اینٹ اور مٹی کے مکان بنالیے جائیں۔ اسلامی فنِ تعمیر میں اس شہر کی بڑی اہمیت ہے۔ اس لیے کہ یہ مسلمانوں کا بسایا ہوا پہلا شہر ہے۔ ہندسی اُصولوں پر یہ شہر بسایا گیا تھا۔ لکیریں سیدھی

تھیں۔ زاویے قائم تھے۔ درمیان میں ایوانِ حکومت اور مسجد تھی۔ مختلف قبیلوں کے لیے مختلف محلے بنائے گئے تھے۔ ایک خیال ہے کہ جس وقت یہ شہر بسایا گیا اُس وقت حضرت عُتبہؓ کے ساتھ آٹھ سو مسلمان تھے۔ بلاذری کا خیال ہے کہ بصرے کی بنیاد ۱۴ھ میں پڑی۔ دوسری رائے ہے کہ ۱۸ھ میں یہ بسایا گیا، یعنی حضرت عمرؓ کی خلافت کے چوتھے سال۔ کوفے کی بنیاد بھی اسی زمانے میں رکھی گئی تھی، لیکن پہلے بصرہ آباد ہوا۔ اصمعی کی روایت فتوح البلدان میں ہے۔ یہیں عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ پیدا ہوئے۔ یہ پہلا بچہ تھا جو بصرے میں پیدا ہوا۔

مسلمانوں کی علمی، ادبی تاریخ میں اس شہر کی بڑی اہمیت ہے۔ لغات، ادب اور فقہ کے بڑے بڑے مرکز یہاں قائم ہوئے اور اسلامی تہذیب و تمدن کو اس شہر نے خوب پروان چڑھایا۔ مدینے کے انصار اور شمالی عرب کے بہت سے لوگ نقلِ وطن کر کے یہاں آ بسے تھے۔ ان کے یہاں آباد ہو جانے سے سلطنتِ عجم کے فتح کرنے میں بڑی مدد ملی۔

کوئی چھ مہینے تک حضرت عُتبہ یہاں کے والی رہے۔ پھر حج کے موقع پر مکّہ معظّمہ گئے۔ وہاں حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو اُن سے کہا کہ ـــ آپ میرا استعفا قبول کر لیں۔ یہ اقتدار کے تماشے مجھ سے نہیں ہوتے! پرہیزگار آدمی تھے۔ دُنیاوی لذتوں سے بے نیاز تھے۔ اِس لیے جاہ و جلال سے دُور بھاگتے تھے۔ انھیں وہ دن اچھی طرح یاد تھے جب شعب بنوہاشم میں درختوں کے پتے کھا کر زندگی گزارنی پڑتی تھی۔ حال یہ ہو گیا تھا کہ ان کی آنتوں پر چھالے پڑ گئے تھے۔ ایک بار بصرہ کی جامع مسجد میں امیر صوبہ کی حیثیت سے خطبہ دیا تو یہ بات بتائی اور کہا کہ ـــ ایک بار جب جسم پر کپڑے تار تار ہو گئے تھے تو ایک چادر مجھے ملی۔ اس کے دو حصے کر کے ایک کی میں نے تہبند بنائی، ایک سعدؓ کو دے دی ـــ سعدؓ بن ابی وقاص کو! کہتے تھے ـــ اب وہ دن آئے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے۔

حضرت عمرؓ نے ان کا استعفا منظور نہ کیا اور مجبور کیا کہ واپس بصرہ جائیں۔ امیرالمومنین

(باقی بر صفحہ ۳۸)

(بقیہ مسلمانوں کا پہلا شہر)

کیوں نہ مجبور کرتے۔ ایسے عاملینِ حکومت کو تو وہ ڈھونڈتے رہتے تھے۔ مسند امام احمد میں ہے حضرت عتبہؓ کہتے تھے ـــــ دوستو! میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ حقیر ہونے کے باوجود اپنے کو بڑا سمجھوں۔ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ انجام یہ ہو گا کہ اقتدار کے مراکز قائم ہوں گے اور تم بہت جلد ہمارے بعد امیروں کو آزماؤ گے۔

حضرت عتبہؓ نے اپنی خدمت چھوڑ دینے کی جو درخواست امیر المومنین سے کی تھی جب اسے انہوں نے قبول نہ کیا تو اسد الغابہ میں ہے کہ سفر کا آغاز کرتے ہی راستے میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ بارالٰہا! تو مجھے بصرہ نہ پہنچا! دن پر دن منزلیں گزرتی گئیں۔ دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعا کا کوئی اثر دیکھنے میں نہ آیا۔ ابن سعد اور ابن کثیر کی روایتیں جوڑ کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کچھ دنوں بعد پیٹ میں درد اٹھا۔ معدن بنی سلیم تک پہنچے تھے کہ حالت بگڑ گئی ایسی کہ اونٹ پر سے گر پڑے۔ وہ تکلیف اور یہ صدمہ ۵۷ برس کی عمر تھی۔ گرے تو پھر نہ اٹھے۔ خدا نے ان کی سن لی اور بصرہ ہمیشہ کے لیے ان سے چھوٹ گیا۔